باب۔85

قبلہ

☆ مَا وَلَّاهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُل لِّلَّـهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۔

ترجمہ: اُس قبلہ سے (مسلمانوں کو) کس نے پھیرا جس پر وہ تھے (یعنی بیت المقدس سے)۔(یا محمدؐ!) تم کہہ دو مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں۔(سورۃ البقرہ : آیت 142 کا حصّہ)

مسلمانوں کی ہر عبادت، ہر کام میں تنظیم ہے اور ان کا اکٹھا ہونا مقصود ہے۔ اسی لیے با جماعت نماز کا تنہا نماز سے 27 گنا ثواب زیادہ ہے۔ دیکھو! ایک نقطہ پر تمام لوگوں کی توجہ قائم ہو تو عظیم الشان آثار پیدا ہوتے ہیں۔ بہ نسبت ایک چراغ کے زیادہ چراغ ہوں تو روشنی زیادہ ہوتی ہے۔ چونکہ تمام افراد سے ایسے وقت ایک ہی خیال کا تموج ہوتا ہے لہٰذا اکیلا خیال ان بڑی موجوں میں مل کر ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک برقی قوت پیدا ہوتی ہے جو دوسروں پر اثر ڈالتی ہے۔ اسی طرح قبلہ بھی ایک متعین رخ ہے جو صرف جہتِ جامع ہے۔ اس سے تمام لوگوں کی توجہ کو خواہ مشرقی ہوں یا مغربی، جنوبی ہوں یا شمالی ایک مرکز پر جمع کرنا مقصود ہے۔ کعبۃ اللہ کی عمارت میں کوئی انسانی شکل نہیں کہ بُت پرستی ہو۔ یہ ایک عبادت گاہ ہے۔ کئی دفعہ بنا اور کئی دفعہ ٹوٹا۔ مسلمانوں کی عبادت، اس عمارت پر موقوف نہ تھی۔ حدیث میں آیا ہے کہ "دلِ مومن کی وقعت، کعبہ سے زیادہ ہے"۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ "نہ مجھے زمین سمائے نہ آسمان سمائے مگر دلِ مومن مجھے سماتا ہے"۔۔۔ مسلمان، خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کر سکتا۔ یاد رہے کہ سجود، اِلَی الْکعبہ اور لِلْکعبہ میں بڑا فرق ہے۔ یعنی کعبہ کو سجدہ کرنا الگ بات ہے اور کعبہ کی طرف سجدہ کرنا، جدا بات ہے۔

کعبہ شریف، آدم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے۔ طوفان کے بعد وہ گر گیا تو ابراہیم اور اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو دوبارہ بنایا۔ کچھ عرصے کے لیے بنی اسرائیل میں شانِ ہدایت تھی تو بیت المقدس قبلہ بنا رہا۔ جب ان میں یہ شان نہ رہی اور امتِ محمدی میں یہ شان پیدا ہو گئی جس کا مرکز مکہ تھا تو پھر کعبہ شریف کی طرف

قبلہ ہو گیا۔ اب کعبہ ، قبلۂ ابراہیمی نہیں ہے ، قبلۂ محمدی ہے۔ تحویلِ قبلہ کا بنیادی مقصد ، اطاعت کا امتحان ہے۔ اللہ نہ خانۂ کعبہ میں محصور ہے اور نہ ہی بیت المقدس میں بند۔ وہ تو فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّـهِ ہے ، جہاں کہیں بھی تم اللہ کی طرف رُخ کرو اللہ تمھارے روبرو ہے ،(سورۃ البقرہ : آیت 115)۔ جدھر حکم ہوا اُدھر منہ کر لیا۔ رضائے مولیٰ مقصود ہے نہ کہ ذاتی خواہش۔ بندگی تو اطاعت اور فرماں برداری میں ہے۔ خود اسلام کے معنے ، اطاعت کے ہیں۔ حیل و حجت کرنا مسلمان کا کام نہیں۔ پھر کعبہ بتا رہا ہے کہ اب مرکزِ دینِ الٰہی ، مَیں ہوں نہ کہ بیت المقدس۔ ہدایت کا پرچم میرے سر پر اُڑ رہا ہے نہ کہ کسی اور کے سر پر۔ اب سب کی توجہ اسلام اور میری طرف ہونی چاہیے۔ ہمارے دلوں میں مقناطیسی جذبِ محبت ہے۔ کعبہ کی طرف ہمارا پھرنا لازم ہے۔ ہمارا پیغمبر اور ہم ، قبلہ نما ہیں۔ ہِر پھِر کر خانۂ خدا کی طرف طبعاً پھِر جاتے ہیں ، متوجہ ہو جاتے ہیں۔۔۔

{حوالہ تفسیر صدیقی-پارہ 2 صفحہ 1 تا 2}

متفرقات۔Miscellaneous

❖ آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(1) سراپا خیر: جیسے پیغمبر، اولیا اور کاملین۔ یہ فرشتوں کے مماثل ہیں بلکہ ان سے بھی بہتر۔

(2) سراپا شر: جیسے فرعون، ابو جہل، شداد اور نمرود وغیرہ۔ یہ ابلیس کے شاگردِ رشید ہیں۔

(3) اپنی غلطی پر نادم: یہ وہ لوگ ہیں جن سے خطا سرزد اور واقع ہو جاتی ہے تو فوراً اس کا تدارک کرتے ہیں، توبہ کرتے ہیں، معافی چاہتے ہیں۔

حضرت آدم نے اپنی خطا کی معافی چاہی، اور ابلیس نے ہٹ دھرمی کی۔ گناہ پر اصرار کیا۔ نتیجہ ظاہر ہے ۔۔۔ صاحبو! ابلیس پڑھا لکھا ہے۔ نظر نہ آنے والا ہے۔ آبائی قدیم دشمن ہے۔ اس سے ہوشیار رہو۔ اس کے مکروں سے واقف رہو اور اس کے خلاف ہمیشہ دعا مانگتے رہو، اَعُوْذُ بِا للہ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

{حوالہ تفسیر صدیقی-پارہ 1 صفحہ 77}

Siddiqui Publications